درس نمبر 37

دروس سلوک وتصوف

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی
مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن انٹرنیشنل

اہلِ سلوک کے لیے ضروری علوم اور تربیت کی اہمیت اور ضرورت

اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے اپنی مخلوقات میں سے زمین پر انسان کو خلافت کے لیے منتخب فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَاِذ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط (البقرا:۳۰)

(اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا، میں زمین میں ایک خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں)

اورفرمایا: وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ . (الانعام: ۱۶۶)

(اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں (اپنا) نائب بنایا اور تم میں سے ایک دوسرے کے رتبے بلند کئے تاکہ تمہیں ان چیزوں میں آزمائے جو تمہیں دے رکھی ہیں (کہ تم اس پر چلنے کا کیا طریقہ بناتے ہو، اس کے قواعد وضوابط کیا مرتب کرتے ہو؟ اسی آزمائش میں تمہاری کامیابی و ناکامیابی کا راز مضمر ہے)

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

"ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ o (یونس:۱۴)

(پھر ہم نے ان کے بعد تم کو ملک میں خلیفہ (نائب) بنایا، تاکہ دیکھیں کہ تم کیا کرتے ہو اور احکام الٰہی پر کس قدر کاربند رہتے ہو)

خلیفہ؛ نائب، قائمقام یا کسی کی طرف سے اُس کے امور کی انجام دہی کرنے والے کو کہتے ہیں، عربی میں کہتے ہیں۔ " خَلَفَ فَلَانٌ فَلَانًا اَیْ قَامَ بِالْاَمْرِ عَنْهُ"

اللہ تعالےٰ کو کائنات آفاق و انفس میں اپنی بادشاہت چلانے کے لیے کسی خلیفہ کی ضرورت نہ تھی، یہ

دنیا میں آنے والی نئی مخلوق یعنی نوع انسانی کی ضرورت تھی، بنی نوع انسان جسے مٹی، پانی، آگ اور ہَوا کے مرکب سے پیدا کیا گیا۔ اس کے وجود کی مادّی کثافتیں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سے انوار و برکات کے براہ راست حصول و اکتساب کی راہ میں وجہِ حجاب تھیں۔ نوع انسانی اللہ تعالیٰ سے براہ راست اس کے احکامات وصول کرنے کی اہلیت اور صلاحیت سے محروم تھی، اللہ تعالیٰ نے بندوں کی ضرورت کے پیشِ نظر اپنی ذات اور بنی نوع انسان کے درمیان رابطہ (connection, liaison) کے لیے انسانوں میں سے خاص بندوں کو منتخب فرمایا اور اُن کو خاص صلاحیتیں عطا فرما کر نبیؑ، رسولؑ، اور پیغمبرؑ بنا کر انسانوں کے پاس بھیجا، خاص صلاحیتوں اور استعداد سے آراستہ یہ برگزیدہ لوگ اللہ تعالےٰ سے براہ راست یا فرشتوں کے ذریعے احکام الٰہی حاصل کر کے بندوں کو پہنچاتے تھے، اللہ جل شانہٗ اپنے مقربین انبیاء کو ہمکلامی کا شرف عطا فرماتا تھا اور عام انبیاء، رسل اور پیغمبروں سے بذریعہ وحی ہمکلام ہوتا تھا، اللہ جل شانہ نے نبی محتشم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے دیدار اور ہمکلامی کا خاص شرف ایسا عطا فرمایا، جو کسی دوسرے نبی، رسول اور پیغمبر علیھم السلام کو عطا نہیں ہُوا۔

خلیفہ ہونے کا معنیٰ اللہ جل مجدہٗ کے نائب ہونے اور اُس کے احکام کو بندوں تک پہنچانے کا ہے، یہ معنیٰ نبی اور رسول کے مترادف ہے اور دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ وہ خلیفہ جو نبیؑ اور رسولؑ کا نائب ہو وہ انؑ کی بیان کی ہوئی بات لوگوں تک پہنچائے، ان کی شریعت کو لوگوں پر نافذ کرے اور منہاج نبوت پر نظام حکومت کو استوار کرے۔ خلیفۃ اللہ صرف اللہ کا نبیؑ اور رسولؑ ہوتا ہے، اور خلیفۃ الرسول؛ اللہ کے نبیؑ کا نائب ہوتا ہے جیسا کہ خلفائے راشدینؓ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفہ تھے۔ اہل اجتہاد کے اجماع اور ارباب حل و عقد کے انتخاب سے مسلمانوں کے خلیفہ کا تقرر جائز ہوتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام زمین پر آنے والے پہلے انسان نے اللہ جل شانہٗ کے خلیفہ تھے۔ اور اُن کے بعد آنے والی اُن کی اولاد لغوی معنیٰ کے اعتبار سے اُن کی خلیفہ تھی۔

اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے اپنے نائب کے لیے قرآن حکیم میں لفظ خلیفہ ارشاد فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کو گندمی رنگ کی وجہ سے آدمؑ فرمایا، ان کے جسم کی ظاہری وضع، چہرے، مُہرے اور کھال کی ساخت کے اعتبار سے بشر فرمایا، اور حقیقت اور ماہیت کے اعتبار سے ان کو انسان فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی خلافت ایک بہت بڑی امانت ہے، جس کا بھاری بوجھ انسان کے علاوہ دیگر مخلوقات میں سے کسی نے بھی اٹھانے کی ہمت نہیں کی۔ ’’ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط (الاحزاب: ۷۲) (ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین پر

اور پہاڑوں پر پیش کیا، لیکن انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا۔ اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا) اللہ تعالیٰ نے خلافت کی ذمہ داری کو بطریق احسن نبھانے کے لیے انسان کو چار ایسی خصوصیات سے نوازا، کہ جو دیگر مخلوقات میں کسی کو عطا نہیں کی گئیں۔ سب سے پہلے تو انسان کو عمل اور اختیار کی آزادی دی گئی، جس کے بارے میں ارشاد باری ہے'' اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ o وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ o وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ o ج

(البلد: ۱۰،۹،۸) (کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں اور (کیا ہم نے اس کو ایک) زبان اور دو ہونٹ (نہیں دیئے کہ وہ حق کہتا یا چپ رہتا) اور ہم نے اسے دونوں راستے (یعنی خیر اور شر کے) دکھا دیں)

انسان مجبور محض نہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کو فکر، اختیار اور عمل کی پوری آزادی دی ہے، اُس کو حواس عطا کیئے ہیں۔ اور عقل سلیم دی ہے، نیکی اور بدی میں تمیز کرنا اس کی فطرت بالقوہ میں رکھ دیا ہے۔ ہر انسان کی فطرت میں اچھائی و برائی اور خیر و شر کے درمیان فرق کرنے کا داعیہ (Instinct) موجود ہے،انسان کو عمل اور اختیار کی جو آزادی ہے، اس سے اللہ کی فرمانبرداری کا اندازہ اور یہ آزمائش مقصود ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کیا کر رہا ہے اور اللہ کی مرضی کیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ '' فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا'' (الشّمس: ۸) پس اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی کے اندر برائی اور اچھائی دونوں کا شعور ودیعت کر دیا ہے) اللہ جل مجدہٗ نے انسان کو خیر و شر کے امتیاز کے باعث عمل اور اختیار کی آزادی دے کر اُس کو اپنی ذات کا محتسب (Auditor) مقرر کیا ہے۔ اور وہ ہر وقت اپنے نفسی اعمال پر نظر رکھتا ہے '' بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ o ط (القیٰمہ: ۱۴) (بلکہ انسان اپنے نفس پر خوب نظر رکھتا ہے) سورۃ التحریم کی ساتویں آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ انسان کو عمل اور اختیار کی آزادی کے استعمال کے بارے میں بتاتا ہے کہ'' اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ '' (بیشک تمہیں تمہارے عمل کی جزا اور سزا ضرور ملے گے'' سورۃ آل عمران کی پچیسویں آیت میں ارشاد ہے'' وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ o ''(اور ہر نفس کو اُس کے اپنے کسب (عمل اور اختیار) کا بدلہ ضرور ملے گا) ان آیات کریمہ سے انسان کے اپنے اعمال کے کسب اور ارتکاب میں صاحب ارادہ و اختیار ہونے کا پتہ چلتا ہے اور اسی لیے اسے اپنے نفسی اعمال پر صاحب بصیرت اور جوابدہ بنایا گیا ہے۔عمل اور اختیار میں آزادی، شرف انسانی، انفرادی اور اجتماعی زندگی کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے راہنمائی اور تسخیر کائنات کی صلاحیت ؛ان سب خصوصیات سے پوری طرح آگاہ ہونے اور ان کے تقاضوں کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کو علم کی

طاقت عطا فرمائی۔ علم کی سمجھ کے لیے انسان کو عقل اور وجدان سے نوازا گیا۔اس کے علاوہ اپنے برگزیدہ پیغمبروں، انبیا اور رسل کو معلّم اور مرّبی کی شکل میں بھیج کر انسانوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام فرمایا۔

انسان کو خلافت کی ذمہ داریاں نبھانے کے لیے ان تمام خصوصیات اور ان کے لوازمات اور تقاضوں سے کما حقہ آگہی ضروری ہوتی ہے، تاکہ ان کا صحیح استعمال کیا جا سکے اور وُہ اپنی پوری اہلیت سے اس عظیم امانت کی حفاظت کر سکے۔ اللہ سبحانہ و تعالےٰ کی جانب سے دی گئیں ذمہ داریوں کو جو انسان پوری طرح ادا نہیں کرتا، وہ مرتبہ خلافت سے گر جاتا ہے۔ ایسا ہونے کے بعد اُس میں اور دیگر مخلوقات الٰہی مثلاً حیوانات،نباتات اور جمادات وغیرہ میں فرق باقی نہیں رہتا۔

اہل سلوک و طریقت؛ اللہ تعالیٰ کی ان خصوصی نعمتوں سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مرضی کے مطابق بہرہ ور ہونے اور ایک اچھے انسان کی طرح دنیا میں رہنے کے لیے عامتہ الناس کی نسبت زیادہ محنت کرتے ہیں۔ وُہ اللہ سبحانہ و تعالےٰ کی عطا کردہ ان انسانی خصوصیات ، ان کے لوازمات اور تقاضوں سے اچھی طرح واقف ہونے اور ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کے لیے زیادہ محنت اور تگ و دو کرتے ہیں، وُہ صاحب شرع، اہل اور تربیت یافتہ معلمین اور مرشدین سے انسانی خصوصیات کے بارے میں علم اور تربیت حاصل کرتے ہیں تاکہ اللہ سبحانہ و تعالےٰ کی رضا کے مطابق دنیا میں ''اچھا انسان'' بن کر جئیں اور آخرت میں اللہ تبارک و تعالےٰ کے سامنے جوابدہی کے وقت سرخرو ہوں۔ انسان کو دی گئی پہلی خاص فضیلت یعنی عمل اور اختیار کی آزادی پر ہم گذشتہ درس میں سیر حاصل گفتگو کر چکے ہیں، جس کا خلاصہ یہ تھا ،کہ اللہ سبحانہ و تعالےٰ کے نائب اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے انسان کو عمل اور اختیار کی جو آزادی دی گئی ہے، وُہ مطلق آزادی اور کلی اختیار نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالےٰ کی مرضی کے مطابق اس کو عمل کی آزادی اور اختیار کے استعمال کی اجازت ہے، نائب ہمیشہ اتنا کچھ کرنے کا مجاز ہوتا ہے، جس قدر حاکم مطلق، افسر مجاز اور مالک اس کو حکم دے۔ یعنی نائب اور خلیفہ کے پاس اختیار تو ہوتا ہے، لیکن اس کا استعمال وہ مالک کے حکم اور مرضی کے مطابق کر کے فرمان برداری کا حق ادا کرتا ہے، اگر مالک کے حکم سے سرتابی کر کے وہ اپنی مرضی سے عمل اور اختیار کا استعمال کرے۔تو نافرمانی کا مرتکب ہوکر ماتحتی کے منصب اور مرتبہ سے گر جاتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالےٰ کی مرضی ہے کہ انسان مرتبہ خلافت پر فائز رہے، لہذا اس کی راہنمائی اور تعلیم و تربیت کے لیے اللہ سبحانہ و تعالےٰ دنیا میں اپنے خاص برگزیدہ انبیاء، رسل، پیغمبروں اور تربیت یافتہ مصلحین کو

بھیجتا رہا ہے، حضرت نبی آخر الزمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے بعد انبیاء، رسل اور پیغمبروں کے بھیجنے کا سلسلہ منقطع ہو گیا، لیکن امتِ محمدیہ کے مجددین، مجتہدین اور علماء و مشائخ صالحین کی آمد کا سلسلہ تا قیامت جاری و ساری رہے گا، تاکہ انسان ان سے تعلیم اور تربیت حاصل کر کے دنیا میں اچھی زندگی بسر کرے۔

اللہ جل مجدہ نے منصبِ خلافت پر رہنے کی دوسری خصوصیت انسان کو شرف انسانی کی صورت میں عنایت فرمائی ہے، جس کی وجہ سے اس کو دوسری مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے۔ قران مجید کی سورہ بنی اسرائیل کی سترھویں آیہ کریمہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ " وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۠ؒ

"اور بے شک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ہم نے ان کو خشکی اور تری (یعنی شہروں اور صحراؤں اور سمندروں اور دریاؤں) میں (مختلف سواریوں پر) سوار کیا اور ہم نے اُنہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا اور ہم نے انہیں اکثر مخلوقات پر جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے، فضیلت دے کر برتر بنا دیا" (ترجمہ عرفان القران)

اگر انسان تکریم انسانیت کے تقاضوں کو پورا کر کے مرتبہ خلافت کی ذمہ داریاں نبھائے، تو وُہ سب سے افضل ہو گا۔ شرف انسانی کے مرتبہ پر فائز رہنے کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ وُہ دیگر مخلوقات میں سب سے زیادہ اشرف اور افضل ہو اس لیے عامتہ الناس میں بھی سب سے زیادہ شریف اور افضل شخص اُس کو سمجھا جاتا ہے جو تکریم انسانیت کے تقاضوں پر پورا اُترے۔ شرفِ انسانی کی فضیلت دو طرح کی ہوتی ہے، ایک تو ظاہری شرافت اور فضیلت ہوتی ہے، جو کہ خلقی طور پر انسان کو دنیائے ارضی پر رہنے والے تمام انواع و اقسام کی مخلوقات؛ حیوانات، چرند، پرند، نباتات، اشجار اور جمادات وغیرہ پر دی گئی ہے۔ جیسا کہ شکل وصورت کی وجہ سے انسان سب سے زیادہ خوبصورت، اشرف اور افضل ہے، دنیا کا کوئی جانور انسان کی طرح خوبصورت پیدا نہیں ہوا۔ دنیائے ارضی پر آنے والے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام مکمل اعضاء کے ساتھ ایک خوبصورت انسان تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کو عزت وتکریم سے نوازا تھا۔ شرف انسانی کی دوسری فضیلت باطنی اور روحانی حسن کی ہوتی ہے، انسان کا عقل وشعور، فکر و آگہی، ذکاوت، عدالت، شجاعت، علم اور اس کا اخلاق حسنہ دیگر مخلوقات پر اُس کی فضیلت کے اسباب ہیں۔ دنیا میں جو انسان دوسرے انسانوں کے ساتھ اخلاق حسنہ کا جتنا بہتر مظاہرہ کرتا ہے۔ اس کو انسانی معاشرہ میں اسی قدر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

خلافت الٰہیہ کا فریضہ بطریقِ احسن پورا کرنے کے لیے اللہ جل شانہٗ نے انسان کو اپنی مرضیات ،

نامرضیات، خوشی ، ناخوشی اور اپنے اوامر اور نواہی(do's and don'ts)سے آگاہ کرنے کے لیے اُس کی ہدایت کے لیے فطرت(nature) عقل(wisdom) اور وحی الٰہی (revelation) سے سہ جہتی راہ نمائی کا اہتمام فرمایا، اور اُس کو علم(knowledge)عطا کیا۔علم کا مادّہ ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ واقعات، حوادث، حالات، غوروفکر، مشائدہ، مطالعہ اور تجربہ سے انسان کی فطرت بالقوہ(potential nature) کے اندر مستور علم نہاں ہوتا ہے۔ اقرار الوہیت، فجور وتقویٰ کا امتیاز، بصیرتِ نفس اور امانت کی ذمہ داری کا احساس انسان کی فطرت بالقوہ کے چار لوازمات ہیں، جو خلقی طور پر ہر انسانی کی فطرت کے اندر رکھ دیئے گئے ہیں۔ ہر انسان طبعًا ان کا اقرار کرتا ہے۔لیکن ماحول، طبیعی حالات اور علم کی بر وقت رسائی اور نا رسائی کیوجہ سے ان کے اظہار کے وقت اور قرینہ میں اختلاف ہوتا ہے، جیسا قبل ازیں دروس سلوک وتصوف میں ذرائع علم کی اقسام کی بحث میں ہم نے پڑھا تھا، کہ اللہ رب العزّت نے چونکہ انسان کو ایک خاص مقصد یعنی خلافت الٰہیہ کی ذمہ داریاں سرانجام دینے کے لیے تخلیق فرمایا، اور اُس کو دنیا میں کامیاب زندگی بسر کرنے کے لیے اپنے اردگرد کے ماحول (environment) سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے مناسب ذرائع علم (adequat sources of knowledge)عطا فرمائے۔علم کے ان ذرائع کے عطا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان بھر پور طریقے سے ان سب خصوصیات اور اوصاف (distinctive features) ، ان کے لوازمات اور تقاضوں سے واقف ہوکر ان کی حقیقتوں کا ادراک کرے، اور تسخیر کائنات اور اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے اشیاء سے کام لینے کے مختلف زاویوں پر غور وفکر کرے اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضرورت کے مطابق اُس کو علم کے جو ذرائع عطا کئے، اُن میں حواس خمسۂ ظاہری، یعنی قوت لامسہ(چھونے کی قوت) قوت باصرہ(آنکھ سے دیکھنے کی قوت)،قوت سامعہ(کانوں سے سننے کی طاقت)، قوت ذائقہ(زبان سے چکھنے کی قوت) اور قوت شامہ(ناک سے سونگھنے کی قوت) کی بدولت انسان اپنے گردو پیش اور ماحول سے ادراکی تعلق(perceptional relation) قائم کرتا ہے۔ یہ حواسِ خمسہ(five senses)صرف ظاہری دنیا(physical world)کے حقائق کو جانتے اور اُن کا ادراک کرنے تک محدود ہوتے ہیں۔ اور انسانی ذہن(human mind) کو مرئی اشیاء سے متعلق ظاہری خام مواد(physical raw material) مہیا کرنے پر مامور ہیں۔لیکن یہ غیر مرئی چیزوں (invisible articals) کا ادراک کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان پانچوں حواس ظاہری کا دائرہ کلی علم کے حوالے سے محدود ہوتا ہے۔ یہ مادہ، توانائی اور دنیاوی اشیاء کا ادراک کر سکتے ہیں۔ ہر حس(sense) کا ایک مخصوص دائرہ کار ہے۔ جو چیز اس دائرے میں آجائے، وُہ حس فقط اُسی کو محسوس کرسکتی ہے، اور جو چیز حواس کے

دائرے سے باہر ہو، اُس چیز کا صحیح ادراک تمام حواس مِل کر بھی نہیں کر سکتے۔ کوئی ایک حس کسی دوسری حس کا کام سر انجام نہیں دے سکتی۔ اور نہ ہی ان کے ادراک (perception) سے کلی علم ظہور میں آتا ہے۔ حواس خمسہ ظاہری سے ملنے والا احساس اور ادراک اُس وقت علم بنتا ہے، جب پانچوں حسیات کا تاثر عقل پر وارد ہو، اور عقل اُس سے صحیح نتائج اخذ کر کے انسانی مشاہدہ، مطالعہ اور جستجو کو خاص نہج عطا کر دے۔ اور اُس ادراک کو منظّم کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل کی دولت سے نوازا ہے، عقل حسّیات کے تاثر سے پیدا ہوتا ہے، انسانی جسم کے جس حصہ میں حواس آپس میں مل کر عقل کو پیدا کرتے ہیں، اُس کو دماغ (brain) کہتے ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسانی جسم کو ایک ایسی خودکار مشین (automatic machine) بنایا ہے، کہ جس کا ہر کل پرزہ اپنی اپنی جگہ صحیح وقت پر خود بخود کام کرتا چلا جاتا ہے، دماغ ایک کمپیوٹر کی طرح جسم کے پورے نظام کو کنٹرول کرتا ہے۔ عقل، حواس ظاہری کے تاثرات سے صحیح نتائج اخذ کر کے جزئیات سے کلیات بناتی ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کی راہ نمائی کے لیے عقل کی شکل میں بہت بڑا عطیہ عطا فرمایا ہے۔ عقل ہی سائنس اور فلسفہ کو ایجاد کرتی ہے عقل؛ حواس خمسۂ ظاہری کو مربوط اور منظّم کر کے اس کے تاثرات سے اُس وقت تک ''علم'' پیدا نہیں کر سکتی، جب تک کہ اُس کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے دیئے ہوئے پانچ مدرکات یعنی حواس خمسۂ باطنی سرگرم عمل نہ ہوں، حسِ مشترک، حسِ خیال، حس واہمہ، حسِ حافظہ اور حسِ متصرفہ پانچوں باہم مل کر ایک خاص نقطے پر پہنچ کر علم پیدا کرتے ہیں۔ ہم نے گذشتہ دروس میں تفصیل سے حواس خمسہ ظاہری اور حواس خمسہ باطنی پر گفتگو کی تھی۔ جس کا ماحصل یہ تھا، کہ عقل اور اس کے حواس باطنی حواس ظاہری کے محتاج ہوتے ہیں۔ یہ تینوں ذرائع علم نہ تو انفرادی حیثیت میں علم پیدا کر سکتے ہیں اور نہ ان میں سے کوئی دو آپس میں مل کر ایسا کر سکتے ہیں بلکہ جب تینوں آپس میں مربوط اور منظّم ہو کر کام کرتے ہیں، تو عقلی علم ظہور میں آتا ہے۔ عقل اگرچہ بہت دور تک کام کرتی ہے، لیکن اس میں بھی غلطی کے امکانات ہوتے ہیں اس کے حدود بھی معین ہیں۔ یہ ماحول اور بہت سی چیزوں سے متاثر ہوتی ہے اور اکثر غلط فیصلے بھی سرزد کرتی ہے۔ عقل اکثر سوالات کے تسلی بخش جوابات دینے سے بھی قاصر ہوتی ہے۔ مثلاً کائنات اور انسان کی تخلیق اور اس کا مقصد، اس کا آغاز و انجام، اچھائی اور برائی میں امتیاز، ظلم اور انصاف کے حدود، انسان کا مبداء و معاد، دنیا اور آخرت میں نظام زندگی کا حقیقی مفہوم، قضا و قدر، آخرت کا نظام زندگی اور اس میں جوابدہی کے تصور بارے عقل کے مختلف نظریات ہیں۔ اہل سلوک و طریقت ان تمام باتوں پر غور و فکر کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے اُس عقل، فہم، شعور اور علم کے طالب ہوتے ہیں، کہ جس میں اُس کی رضا شامل ہو۔